www.KitaboSunnat.com

از افادات حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

قربانی کے احکام و مسائل

○

قربانی کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت ؛ لیکن احادیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مدینہ منورہ رہے قربانی کرتے رہے اور دوسرے مسلمان بھی قربانی کرتے رہے کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے قربانی کے لیے وجوباً حکم دیا ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا قربانی واجب ہے ؟ آپ نے جواب دیا۔

"ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ"

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی دی اور مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے۔

سائل نے جواب ناکافی سمجھ کر (وجوب وغیرہ کا لفظ نہ دیکھ کر) دوبارہ وہی سوال کیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا "تم سمجھتے نہیں ؟ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ حضورؐ نے بھی قربانی دی اور عام مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے" مقصد عبداللہ بن عمرؓ کا یہ تھا کہ کوئی حدیث ایسی نہیں، جس میں حکم دیا ہو۔ صرف آپؐ کا عمل ثابت ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ قربانی دی۔ چنانچہ دوسری روایت میں فرماتے ہیں :۔

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ (ترمذی)

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور ہمیشہ قربانی دیتے رہے۔

امام ترمذیؒ ابن عمرؓ کا قولِ اول نقل کرکے فرماتے ہیں :۔

وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْاُضْحِیَّۃَ لَیْسَتْ بِوَاجِبَۃٍ وَلٰکِنَّھَا سُنَّۃٌ مِّنْ سُنَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے کہ قربانی واجب تو نہیں لیکن یہ نبی کریم کی سنت ہے۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

" یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَّۃً (لوگو ہر گھر پر ہر سال میں ایک قربانی)"

لیکن اس حدیث کے راویوں میں "عامر ابو رملہ" مجہول راوی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہر گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہوگی، نہ یہ کہ ہر شخص کی طرف سے ایک قربانی۔ اس کی تائید ابو ایوب انصاریؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ عطا بن لیسار نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قربانی کس طرح دی جاتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیتا، وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تاآنکہ لوگوں نے اس میں فخر در یا شروع کر دی یعنی کثرت سے قربانی دینے لگ گئے۔ یہی قول امام احمدؒ، اسحاقؒ اور امام شافعیؒ کا ہے

امام شافعیؒ نے اس حدیث (اِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ فَاَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ) سے بھی استدلال کیا ہے کہ قربانی واجب نہیں کیونکہ اس میں قربانی کو ارادے پر معلق کیا ہے اور وجوب ارادہ کے منافی ہوتا ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ کی دوسری حدیث (جس میں عبداللہ بن عیاش منکر الحدیث راوی ہے) بھی قابل استدلال نہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا"

کہ جس کو گنجائش ہو اور پھر قربانی نہ دے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے

عبداللہ بن عیاش کو ابو داؤد اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ منکر الحدیث اور غلط روایت کرنے والا ہے جیسا کہ علامہ سندھیؒ نے حاشیہ ابن ماجہ میں اور حافظ صاحب نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔

امام مسلمؒ نے اس سے روایت متابعات اور شواہد میں کی ہے۔ اس لیے اس سے توثیق نہیں ہو سکتی، حافظ صاحبؒ نے فتح الباری میں اس روایت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک یہ مرفوع ثابت نہیں بلکہ موقوف ہے اور صحابہ سے مختلف آثار اس مسئلہ میں مروی ہیں اور ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو مسعودؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاری اور عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ قربانی سنت ہے۔ اس لیے اکثر محدثین کا اس مسئلہ میں یہی فتوے ہے کہ قربانی سنتِ مؤکدہ ہے۔ کیونکہ آپ نے ہمیشہ قربانی دی۔

قربانی کی فضیلت

اس عمل کی محبوبیت اور فضیلت کا ذکر کرتے وقت آپ نے یہ فرمایا:

"مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ"

قربانی کے دن کوئی عمل، اللہ کے نزدیک خون گرانے سے زیادہ محبوب نہیں۔

اور جیسا کہ عام طور پر زبان زدِ عام ہے کہ قیامت کے دن پل صراط پر قربانی کے جانور سواری کا کام دیں گے اس لیے قربانی کے جانور خوب موٹے تازے ہونے چاہییں، بالکل غلط ہے۔ اس کا کسی حدیث سے ثبوت نہیں مل سکتا۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں اس مضمون کی ایک حدیث ذکر کرکے بحوالہ ابن صلاح لکھا ہے کہ یہ حدیث جہاں تک ہمیں علم ہے ثابت نہیں اور اس کا کوئی اصل نہیں۔

بہترین قربانی

اس میں شک نہیں کہ موٹی تازی اور عمدہ قربانی کو آپ پسند کرتے جیسا کہ حافظ نے تلخیص میں یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے:

أَحَبُّ الضَّحَايَا إِلَى اللهِ أَعْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا ——————

خدا کو سب سے زیادہ محبوب قربانی موٹی تازہ اور بلند قامت یا عمدہ قسم کی ہے۔

اور بعض علماء نے تو آیت وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ قربانی موٹی اور عمدہ ہو۔ امام بخاریؒ نے بھی "البدن" کی تفسیر میں ایسا ہی ایک قولِ مجاہد نقل کیا ہے۔ ایک حدیث ترمذی ابو داؤد میں بھی ہے کہ:

خَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ —— بہترین قربانی دنبہ ہے۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن آپ کا عمل یہی رہا جیسا کہ اکثر سنن نے حضرت انسؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

"ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ سَمّٰی وَ کَبَّرَ ـــــ (آپؐ نے دو دنبوں کی قربانی کی جو دو سینگ والے اور چتکبرے تھے۔ دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا)

اور حضرت علیؓ سے ترمذی میں یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی کرتے تھے، ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنے لیے۔ کسی کے سوال کے جواب میں آپ نے کہا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے، میں اس کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس جانور کی قربانی دی تھی وہ دنبہ ہی تھا۔ اس لیے اکثر علماء نے کہا ہے کہ بہترین قربانی دنبہ ہے۔

قربانی کے جانور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی، عقیقہ ہمیشہ انہی آٹھ قسم کے جانوروں میں سے کیا جن کی تفصیل سورۂ انعام میں موجود ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں حضرت علیؓ کا یہ استنباط پیش کیا ہے جو انہوں نے مندرجہ ذیل آیات سے کیا ہے۔ سورۂ حج میں ایک جگہ فرمایا ہے۔

"وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ"

کہ امت کے لیے ہم نے قربانی قرار دی ہے تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی (چارپائے) دے رکھے ہیں، قربانی کرتے وقت ان پر خدا کا نام لیں۔

اس آیت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانوروں کے لیے "بھیمۃ الانعام" بولا گیا ہے۔ اسی طرح اس سے پہلے سورۂ حج کے رکوع میں فرمایا۔

"عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ"

کہ خدا کا نام لیں ان چار پاؤں مویشیوں پر جو خدا نے ان کو دے رکھے ہیں۔ لوگو! قربانی کے گوشت سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

اس آیت سے بکمال وضوح یہ ثابت ہوا کہ قربانی کے جانور وہی ہیں جن کے لیے قرآن میں بَهِيْمَةُ الْاَنْعَام لفظ بولا جاتا ہے ـــــ

اب قرآن مجید ہی سے اس لفظ کی تشریح تلاش کرتے ہیں تو سورۂ انعام رکوع ۱۷ سے اسکی تشریح یہ معلوم ہوتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ" (وقال) "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ" (وقال) "وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ"

خدا نے یہ چارپائے نر و مادہ آٹھ قسم کے پیدا کیے ہیں۔ (بعض اونٹ کی طرح) بوجھ اٹھانے والے اور (بھیڑ بکری کی طرح) زمین سے لگے ہوئے۔ لوگو! خدا نے تمہیں جو روزی دی ہے اس میں سے بے تامل کھاؤ۔ پھر فرمایا خدا نے یہ چارپائے آٹھ قسم کے پیدا کیے ہیں اور بھیڑوں میں سے نر اور مادہ دو بکریوں میں سے نر اور مادہ، پھر فرمایا دو اونٹوں میں سے نر اور مادہ۔ دو گائے کی قسم میں سے نر مادہ ——

لفظ "بھیمۃ الانعام" کی اس قرآنی تشریح کے بعد یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ قربانی انہی آٹھ قسم کے جانوروں سے دینی چاہیے۔ حضرت علیؓ کے اس استنباط اور اسی تفسیر کی بنا پر حافظ ابن قیمؒ (زاد المعاد) اور دوسرے محدثین نے یہ لکھا ہے کہ:——

"وھی مختصۃ بالازواج الثمانیۃ المذکورۃ فی الانعام"

کہ قربانی وغیرہ انہی آٹھ قسم کے جانوروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ نے اونٹ، گائے، بکری، دنبہ کی قربانی دی ہے گائے کی قربانی اپنے ازواجِ مطہرات کی طرف سے دی تھی اور اونٹ بکری اور دنبہ کی قربانی آپ نے اپنی طرف سے مختلف اوقات میں کی۔ صحابۂ کرامؓ سے بھی انہی جانوروں کی قربانی ثابت ہے۔

قربانی میں شرکت

متعدد حضرات اگر مشترکہ طور پر قربانی دینا چاہیں تو یہ جائز ہے اور متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن یہ مسئلہ کسی قدر تشریح طلب ہے۔ گائے اور اونٹ کے متعلق تو صریح احادیث سے ثابت ہے کہ متعدد اشخاص کی طرف سے قربانی دی جا سکتی ہے۔ ایک گائے میں سات شامل ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اونٹ میں بھی۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ میں دس شامل ہو سکتے ہیں۔

امام ترمذیؒ نے اونٹ کے متعلق دونوں حدیثیں ذکر کی ہیں۔ لیکن سات والی کو ترجیح دی ہے ——

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روایت ابن عباسؓ کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ عید قرباں دوران سفر ہی میں آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو گئے۔ اس کو ترمذی نے حسن غریب یعنی نادر سند کی حدیث کہا ہے۔ دوسری حدیث جابرؓ کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں اونٹ اور گائے کی سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی۔ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن اور صحیح کہا یعنی اعلیٰ پائے کی حدیث ہے اس حدیث کی تائید اور بھی بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ مثلاً مسلم میں ہے:۔

اِشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا بِبَدَنَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ اَيَشْتَرِكُ فِي الْبَقَرِ مَا يَشْتَرِكُ فِي الْجَزُوْرِ فَقَالَ مَا هِيَ اِلَّا مِنَ الْبُدْنِ

کہ حج کے موقع پر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم نے اونٹ سات آدمی شامل ہوئے ایک شخص نے جابرؓ سے دریافت کیا، کیا گائے میں بھی سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ تو جابرؓ نے کہا کہ گائے بھی اسی کے حکم میں ہے۔

تو صحیح یہی ہے کہ گائے اور اونٹ میں سات سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور یہی مسلک جمہور محدثین کا ہے امام ترمذی نے بھی یہی لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا بالعموم اور ائمہ دین مثلاً سفیان الثوریؒ، ابن المبارکؒ شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کا اسی پر عمل رہا اور اسی کی تائید مسلم شریف کی روایات سے ہوتی ہے۔

بکری کی قربانی میں ایک سے زائد شریک ہو سکتے ہیں یا ایک سے زیادہ کی طرف سے بکری کی قربانی دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں حنفیہ اور محدثین کا اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بکری صرف ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے جس کے لیے حضرت عائشہؓ کی حدیث بہترین دلیل ہو سکتی ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے ایک دنبہ ذبح کیا اور لٹاتے ہوئے یہ کہا:۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ یا اللہ تو اس کو محمدؐ اور آل محمدؐ کی طرف سے قبول فرما

اور حافظ زیلعی نے نصب الرایہ میں مستدرک حاکم سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيْعِ اَهْلِهٖ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کی تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے۔

اور دوسری روایت ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبے ذبح کیے۔

"فَقَالَ عِنْدَ الْاَوَّلِ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعِنْدَ الثَّانِیْ عَمَّنْ اٰمَنَ بِیْ فَصَدَّقَنِیْ عَنْ اُمَّتِیْ"

پہلے پر آپؐ نے کہا یہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی طرف سے ہے دوسرے پر کہا کہ یہ ہر اس شخص کی طرف سے ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی میری امت سے۔

مسند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ ایک صحابی نے کہا کہ ہم سات آدمیوں کی ایک پارٹی تھی، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم سب ایک ایک درہم ملا کر ایک بکری خرید لیں۔ چنانچہ اس طرح ہم نے سات درہم جمع کر کے ایک بکری خرید لی۔ پھر آپ کے فرمانے کے مطابق ایک شخص نے ایک پاؤں اور دوسرے شخص نے دوسرا پاؤں، ایک نے ایک ہاتھ اور دوسرے نے دوسرا ہاتھ، ایک نے ایک سینگ دوسرے نے دوسرا سینگ بکری کا پکڑ لیا اور ساتویں نے ذبح کیا اور ہم سب نے تکبیر پڑھی۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

"اَبُو الْاَسْوَدِ الْاَسْلَمِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمَرَنَا نَجْمَعُ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا دِرْهَمًا فَاشْتَرَيْنَا اُضْحِيَّةً بِسَبْعَةِ دَرَاهِمَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَجُلٌ بِرِجْلٍ اِلٰى قَوْلِهٖ وَ ذَبَحَهَا السَّابِعُ وَكَبَّرْنَا عَلَيْهَا جَمِيْعًا" ——— (مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۲۱)

حافظ ابن قیمؒ نے بھی اعلام الموقعین کے آخر میں اس حدیث کو ذکر فرمایا اور لکھا ہے۔

"نزل هؤلاء النفر منزلة اهل البيت الواحد فى اجزاء الشاة عنهم لانهم كانوا رفقة واحدة"

اس جماعت کو آپ نے ایک گھر والوں کی طرح سمجھ کر فتویٰ دیا کہ ایک بکری ان سب کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ سب رفیق اور ایک ساتھ رہنے والے ہیں۔

اور ایک حدیث ابو ایوب انصاری کی ہے کہ۔

"كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ" ———

کہ ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بکری قربانی کرتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان روایات کے ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ طحاویؒ نے حنفیت کی حمایت کرتے ہوئے جو یہ فرمایا ہے کہ "یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا تھا یا منسوخ ہو گیا ہے" کسی طرح بھی صحیح نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور صحابہؓ نے بھی ایسا کیا اور ابو ایوب انصاری کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کی طرف سے اور اپنی طرف سے ایک قربانی کرتا حَتّٰی تَبَاهَى النَّاسُ۔ پھر ایک یہ وقت آیا کہ لوگوں نے اس میں فخر شروع کر دیا اور جب اور صحابہ سے بھی ثابت ہے اور آپ کے بعد بھی لوگ اس پر عمل کرتے رہے، پھر یہ کہنا کہ یہ خاصہ نبی کریمؐ کا ہے یا یہ منسوخ ہو چکا ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے لیکن طحاویؒ بھی مجبور بلکہ معذور ہیں کیونکہ تقلید کی وجہ سے حمایتِ مذہب کی جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں ان کے ہوتے ہوئے وہ یہی کر سکتے ہیں اور اس قسم کے مریضِ عشق کی تڑپ اور بیقراری کا مظاہرہ ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ پس کتنی ہی حدیثیں ہیں جن کو خاصۂ نبی کریم کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے اور کتنی ہی حدیثیں ہیں جن کو خاصۂ نبی کہہ کر اپنے آپ کو بچا لیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ پُرلطف وہی جگہ ہوتی ہے جہاں حدیث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منسوخ ہے، یہ بے چارگی اور سراسیمگی کا فی الحقیقت نہایت قابلِ رحم منظر ہوتا ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں صحیح اور مطابقِ حدیثِ نبوی اور تعاملِ صحابہ کے یہی ہے کہ ایک بکری کی قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے سو وہ چاہے کتنے ہی ہوں۔

قربانی میت کی طرف سے

حضرت علیؓ ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّيْ عَنْهُ (ترمذی، ابوداؤد)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں سو اسی کی تعمیل میں قربانی کرتا ہوں۔

چونکہ اس حدیث میں بعض راویوں پر جرح ہے، اس لیے بعض ائمہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک قربانی تو میت کی طرف سے جائز نہیں لیکن صدقہ جائز ہے اور اگر قربانی کرے بھی تو خود اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ سارے کا سارا صدقہ کر دے لیکن کسی حدیث سے ایسا ثابت نہیں۔ ترمذی کی حدیث میں اگرچہ ایک راوی پر جرح ہے لیکن یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ ایک قربانی تمام امت کی طرف سے دیتے جیسے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، تو امت میں زندہ اور مردہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب شامل ہیں جو آپ کے سامنے فوت ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے وہ بھی اس میں شامل ہیں اور یہ حدیث مسلم، دارمی، ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد اور حاکم وغیرہم سب نے روایت کی ہے اور متعدد صحابہ سے مروی ہے لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ جو قربانی آپ امت کی طرف سے دیتے وہ ساری کی ساری صدقہ کر دیتے تھے اور اس میں سے آپ یا آپ کے گھر والے کچھ نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ مسند امام احمدؒ کے الفاظ تو بہت زیادہ واضح ہیں، اس میں تو یہ ہے:

يُطْعِمُ مِنْهُمَا جَمِيعًا الْمَسَاكِينَ وَيَأْكُلُ هُوَ وَأَهْلُهُ مِنْهَا (عن ابی رافع)

کہ آپ دونوں قربانیوں میں سے مساکین کو بھی کھلاتے اور آپ اور آپ کے گھر والے سب ان دونوں میں سے کھاتے ——————

اس لیے صحیح قول یہی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی دی جا سکتی ہے اور اس میں سے کچھ صدقہ کرنا اور کچھ کھا لینا جائز ہے

قربانی کا بیچنا اور تبادلہ کرنا۔

قربانی کے لیے کسی جانور کو معین کرنے کے بعد اس کا فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت بنانے والے قصاب کو قربانی کا گوشت اجرت میں دینا منع فرمایا۔ تو جب قربانی کا گوشت اجرت میں دینا منع ہے تو اس کا فروخت کرنا بطریق اولیٰ منع ہوگا۔ اور مسند امام احمد میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک نہایت عمدہ جانور مینڈھا بکری کی قسم سے مکہ مکرمہ قربانی کے لیے بھیجنے کا ارادہ کیا، اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ——————

فَقَالَ إِنِّي أَهْدَيْتُ نَجِيبًا فَأَبِيعُهَا وَأَشْتَرِي بِثَمَنِهَا بَدَنَةً قَالَ لَا انْحَرْهَا

کہ میں اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے اونٹ خرید لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، اسی کو ذبح کر دو۔

تو معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور ایک دفعہ معین کر لینے کے بعد فروخت کرنا جائز نہیں، اگرچہ اس فروخت کرنے سے اس کا مقصد اس سے بہتر جنس خرید کر قربانی کرنا ہی ہو کیونکہ جس جانور کو ایک دفعہ اللہ کے نام پر خرید لیا یا اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ پھر اس نامزدگی سے اس کو محروم کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی حدیث پیش کی جا سکتی ہے جس کو صاحب تلخیص نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو جانور قربانی کے لیے معین کیے لیکن وہ دونوں گم ہو گئے۔

فَبَعَثَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا بِهَدْيَيْنِ ثُمَّ عَادَ الضَّالَّانِ فَنَحَرَتْهُمَا وَقَالَتْ هٰذِهِ سُنَّةُ الْهَدْيِ فنحرتھما

ابن الزبیر نے دو اور جانور قربانی کے لیے بھیج دیے۔ حضرت عائشہ نے ان کو ذبح کر لیا٭ اور فرمایا کہ یہی سنت قربانی کی ہے

تو معلوم ہوا کہ جب جانور کو قربانی کے لیے ایک دفعہ متعین کر دیا جائے تو کسی حالت میں بھی نیت زائل نہیں ہو سکتی تو پھر اس کی بیع کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ اسی بنا پر قربانی کے لیے متعین شدہ جانوروں کا تبادلہ بھی جائز نہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :—

وَمَنْ عَيَّنَ أُضْحِيَّةً فَلَا يَسْتَبْدِلْ بِهَا — جس نے اپنی قربانی کا جانور معین کر لیا پھر اس سے کسی کا تبادلہ نہ کرے۔

یہ روایت اگرچہ ان الفاظ میں بسند صحیح ثابت نہیں لیکن حافظ صاحب تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اسی مضمون کی دوسری صحیح روایت ثابت ہے کہ حضرت علیؓ سے قربانی کے جانوروں کے تبادلے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

أَكُنْتُمْ عَيَّنْتُمُوهَا لِلْأُضْحِيَّةِ فَقَالَ نَعَمْ فَكَرِهَهُ —

کیا تم نے اس جانور کو قربانی کے لیے متعین کر دیا ہے سائل نے کہا جی ہاں۔ پس آپ نے اس کو مکروہ سمجھا

٭ گم شدہ مل گئے تو انہوں نے وہ بھی ذبح کر دیے (ادارہ)

قربانی کا وقت

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے پہلے ذبح کر لے تو وہ قربانی شمار نہ ہوگی۔ براء بن عازب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ

کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے (کھانے پینے کے) لیے ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا۔ اس نے اپنی قربانی پورے طور پر ادا کی اور مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل پیرا ہوا۔

لیکن قربانی کے آخری وقت کے متعلق بہت سا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک عید کا روز اور تین روز اس کے بعد یعنی چار دن۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے ایک قول میں قربانی کے تین دن ہیں۔ بعض کے نزدیک صرف ایک دن اور بعض کے نزدیک عید کے دن سے آخر مہینہ ذوالحجہ تک۔ ان چاروں اقوال میں سے تیسرا قول تو صریح آیت لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ کے خلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور کوئی آیت اس مضمون کی نہیں ہے کہ صرف عید کا دن قربانی کا دن ہے یا یہ کہ قربانی کا دن ایک ہی ہے چوتھا قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ کوئی مرفوع اور صحیح حدیث اس بارے میں ثابت نہیں ہے۔ مراسیل ابی داؤد میں ایک مرسل روایت ہے لیکن مرسل روایت محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ مرفوع احادیث کے خلاف ہو۔ حافظ صاحبؒ فتح الباری ابوامامہ کی روایت امام احمد کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں ——————

كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ — يَشْتَرِي اَحَدُهُمُ الْاُضْحِيَّةَ فَيُسَمِّنُهَا وَيُذْبَحُهَا فِيْ اٰخِرِ ذِيْ الْحَجَّةِ قَالَ اَحْمَدُ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَجِيْبٌ

مسلمان قربانی کے جانور خرید لیتے اور اس کو خوب موٹا تازہ کرتے اور ذی الحجہ کے آخر میں اس کو ذبح کرتے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عجیب قسم کی ہے۔

بہرحال اس روایت سے بھی مرسل ابی داؤد کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تو مرسل بھی نہیں ہے بلکہ یحییٰ بن سعید کا قول ہے ——————

دوسرا قول صحیح حدیث کے مطابق ہے یعنی عید کے بعد تین دن اور قربانی کی جاسکتی ہے۔ یہی قول جمہور اہل علم کا ہے۔ حافظ صاحبؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وَحُجَّةُ الْجُمْهُوْرِ حَدِيْثُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَفَعَهُ حَجَّاجٌ —— وَفِيْ كُلِّ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ذَبْحٌ اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ لٰكِنْ فِيْ سَنَدِهٖ اِنْقِطَاعٌ وَّوَصَلَهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ (فتح الباری)

جمہور کی دلیل جبیر بن مطعم کی مرفوع حدیث ہے کہ تمام ایام تشریق میں ذبح ہو سکتا ہے۔ امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ دارقطنی نے اس کو متصل بیان کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

ایام تشریق کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ عید کے دن تین دن تک ہیں یعنی ۱۳ ذوالحجہ تک دارقطنی نے اس کو دو طریقوں سے متصلاً بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے دارقطنی کے راویوں کو ثقہ کہا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں جبیر بن مطعم کی حدیث کے علاوہ جابر سے بھی یہی حدیث اسامہ بن زیدؓ کے واسطے سے نقل کی ہے جو ثقہ اور قابلِ اعتماد راوی ہیں اور اس کے علاوہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایامِ تشریق کو ایام "اکل و شرب یعنی کھانے پینے کے دن فرمایا ہے اور اسی لیے ان ایام میں روزہ رکھنا حرام ہے اور جب عید کے بعد تین دن ان سب احکام میں ایک حیثیت رکھتے ہیں، یعنی یہ تین دن ایام منیٰ، ایام رمی اور ایام تشریق ہیں۔ ان میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ذبح قربانی کے لیے ایک دن (تیرہویں تاریخ) کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور حضرت علیؓ کا ایک قول نقل کیا ہے:

أَيَّامُ النَّحْرِ يَوْمُ الْأَضْحٰى وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهٗ قربانی کے دن عید کے روز سے تین دن بعد تک ہیں

اس کے بعد فرماتے ہیں یہی قول بصرہ کے امام حسنؒ کا اور امام اہلِ مکہ عطاء بن ابی رباحؒ اور امام اہلِ شام اوزاعیؒ امام فقہاء اہلِ حدیث شافعیؒ کا ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کتاب الاختیارات میں فرماتے ہیں:

واخر وقت ذبح الاضحية اخر ايام التشريق وهو مذهب شافعي واحمد القولين فى مذهب احمد

قربانی کا آخری وقت ایام تشریق کا آخری دن ہے اور یہی مذہب امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی ہے۔

قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار ص ۳۵۹ جلد ۴ میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر کی دوسری جلد ص ۵۳ میں اسی مسلک کی تائید کی ہے اور اس کو تمام اقوال میں ارجح بتایا ہے۔ پہلا قول یعنی صرف تین دن قربانی جائز رکھنے والوں کی دلیل مؤطا امام مالکؒ کی روایت عبد اللہ بن عمرؓ سے ہے، فرماتے ہیں:

الاضحى يومان بعد يوم الاضحى کہ عید کے دن کے سوا دو دن اور قربانی کے ہیں۔

چونکہ یہ مرفوع حدیث نہیں۔ اس لیے پہلی مرفوع اور صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں اس کو پیش نہیں کیا جاسکتا

رات کے وقت ذبح کرنا بعض اہل علم نے قرآن کے لفظ "فی ایام معلومات" (معلوم و معین دنوں میں)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ استدلال کیا ہے کہ رات کے وقت قربانی کرنا جائز نہیں لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم میں "ایام" کا لفظ دن اور رات دونوں کے لیے آیا ہے جیسا کہ فرمایا، فَتَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ اس لیے سوائے امام مالکؒ کے اور اکثر ائمہ دین کے نزدیک رات کے وقت قربانی کرنا جائز ہے۔ ابن عباسؓ کی ایک روایت طبرانی میں ہے کہ رات کے وقت آپ نے ذبح کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں بیہقی کی ایک روایت نقل کی ہے کہ:-

نَهٰى عَنْ جِذَاذِ اللَّيْلِ وَحَصَادِ اللَّيْلِ وَالْاَضْحٰى بِاللَّيْلِ

رات کے وقت کھیت کاٹنے اور کھجور کا درخت کاٹنے اور قربانی کرنے سے منع فرمایا۔

لیکن اس کا کچھ حال معلوم نہیں اور اگر صحیح بھی ہو تو حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی تحریمی نہیں کیونکہ رات کے وقت کھیت کاٹنے سے اس لیے اغلباً منع کیا ہے کہ کہیں موذی جانور ایذا نہ دے اور کھجور رات کے وقت کاٹنے سے مساکین اور فقراء کے محروم رہ جانے کا خطرہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اسباب محرمات نہیں ہو سکتے۔ زیادہ سے زیادہ نہی تنزیہی ہو گی ——————

اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا۔

نبی کریمؐ مدینہ منورہ میں عام طور پر اپنے دست مبارک سے قربانی کے جانور خود ذبح کرتے اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے ۶۳ اونٹ خود ذبح کیے اور ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے ذبح کیے کیونکہ آپ نے ۱۰۰ اونٹ کی قربانی دی تھی، تو معلوم ہوا کہ قربانی دینے والوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیے اور یہی افضل ہے اور کسی کی طرف سے وکالتاً ذبح کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی عورتوں کی طرف سے گائے کی قربانی حجۃ الوداع کے موقعہ پر دی تھی۔ اگر کوئی شخص خود اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کر سکتا تو اسے اس وقت حاضر رہنا چاہیے اور یہ مستحب ہے جیسا کہ فتح الباری میں حافظ صاحبؒ نے لکھا ہے اس میں حضرت عائشہ سے بھی ایک روایت ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ اپنی قربانی کے جانوروں کے ذبح کے وقت حاضر رہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ہاں! ابو موسٰے اشعریؓ سے امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے،

اَمَرَ اَبُوْ مُوْسٰى بَنَاتِهٖ اَنْ يُّضَحِّيْنَ بِاَيْدِيْهِنَّ (ابو موسٰی نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کریں)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند حاکم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؓ کو بھی حکم دیا تھا:

قُوْمِیْ یَا فَاطِمَۃُ اِلٰی اُضْحِیَتِکِ فَاشْهَدِیْهَا اے فاطمہؓ! اپنی قربانی کی طرف جا کر کھڑی ہو جا اور اسکے پاس حاضر رہو۔

ذیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس روایت کو تین مسندوں سے ذکر کیا ہے۔ مسند بزار کی حدیث کو سب پر ترجیح دی ہے ——— بہرحال ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہتر تو یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر دوسرے سے ذبح کرائے تو بہتر اور افضل ہے کہ خود پاس کھڑا ہو۔ ابو موسےٰ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی ذبح کر سکتی ہیں اور کوئی نص شرعی اس کے خلاف نہیں۔

اگر قربانی کا جانور خریدنے یا متعین کر لینے کے بعد بچہ دے تو اس کو بھی ذبح کرنا ہوگا۔ تلخیص میں حضرت علیؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کی اونٹنی اور اس کا ایک بچہ لیے جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ———

لَا تَشْرَبْ مِنْ لَبَنِهَا اِلَّا مَا فَضَلَ عَنْ وَلَدِهَا اس کا دودھ صرف اتنا ہی پی سکتے ہو جس قدر اس بچے سے بچ جائے اور مسند ابن ابی حاتم میں یہ لفظ بھی ہیں، فَاِذَا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَانْحَرْهَا هِيَ وَوَلَدَهَا عَنْ سَبْعَةٍ (قربانی کے دن اس کو اور اس کے بچہ کو سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کرو ——— مگر ذبح کرنے بعد مردہ بچہ برآمد ہو، تب تو سوائے امام ابو حنیفہ کے اکثر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کے نزدیک بغیر ذبح کیے ہوئے حلال اور جائز ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم بعض دفعہ گائے، اونٹنی یا بکری ذبح کرتے ہیں تو اس کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے کیا ہم اسے کھا لیا کریں یا پھینک دیں؟ آپ نے فرمایا:

كُلُوْهُ اِنْ شِئْتُمْ فَاِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ اُمِّهِ اگر جی چاہے تو بیشک کھاؤ، اس کی ماں کا ذبح کر لینا اس کیلئے بھی کافی ہے

ذیلعی نے تخریج ہدایہ جلد ۲ ص ۲۶۵ میں آٹھ دس کے قریب اسی مضمون کی حدیثیں نقل کی ہیں اور ان میں سے اگرچہ بعض پر جرح کی ہے لیکن بعض صحیح بھی ہیں اور انہوں نے بھی اس مسئلہ کو محسوس کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول اس مسئلہ میں صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ اس لیے تمام احادیث کے آخر میں ابن المنذر کا قول نقل کر دیا ہے۔ کسی صحابی نہ کسی تابعی نہ کسی عالم کا یہ قول ہے کہ ذبح کے بعد پیٹ سے نکلا ہوا بچہ ذبح کیا جائے سوائے ابو حنیفہؒ کے اور مجھے امید نہیں کہ ان کے شاگردوں نے ان سے اتفاق کیا ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ